رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔
(الہام حضرت مسیح موعود)

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

الفضل

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد | مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۱۷ء | سہ شنبہ | مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ | نمبر ۷۶

مدینۃ المسیح

ماسٹر محمد یوسف صاحب اور مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کلاس والا ضلع سیالکوٹ گئے ہیں۔ جہاں آریوں سے مباحثہ قرار پایا ہے ۔

۲۵ تاریخ آریہ سماج کے جلسہ میں جناب میر قاسم علی صاحب کی ایک آریہ لیکچرار سے مسئلہ تناسخ پر گفتگو ہوئی۔ جس کا ایک حصہ اس اخبار میں درج کیا جاتا ہے۔ اور باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

۲۶ تاریخ کسی قدر بارش ہوئی ۔

جناب منشی فرزند علی صاحب فیروزپوری کا مکان بنکر تیار ہو گیا ہے۔ آپنے اس شکرانہ میں ۲۴ تاریخ حضرت خلیفۃ المسیح اور چند دیگر احباب کی جنمیں بعض غرباء بھی شامل تھے دعوت کی۔ خدا تعالیٰ مکان مبارک کرے ۔

ایک آریہ سے گفتگو

آریوں کے پنڈال میں

۲۴ و ۲۵ تاریخ یہاں آریوں کا جلسہ تھا۔ جو کیا بلحاظ حاضری اور کیا بلحاظ لیکچروں کے نہایت معمولی اور ادنی درجہ کا تھا۔ اگرچہ جلسہ کے اشتہار میں بڑے زور کے ساتھ شائع کیا گیا تھا کہ بڑے بڑے وِدوان اور قابل لیکچرار آئینگے۔ اور ممکن ہے کہ آئے بھی ہوں۔ لیکن آریہ لیکچراروں کی حالت کا نظارہ کس قدر عبرت انگیز تھا۔ کہ سیدھے سادے الفاظ میں بھی تو اپنا مافی الضمیر نہ ظاہر کر سکتے تھے۔ ۲۴ تاریخ جو کچھ ہوا۔ وہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ البتہ ۲۵ تاریخ خاص طور پر ایک لیکچرار صاحب کو لاکر لیکچر دلایا گیا۔ ان لیکچرار صاحب نے جو درافشانی کی۔ اور جس قابلیت کے وہ مالک تھے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ قرآن کریم کی آیات کو وید سے اخذ کردہ ثابت کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ اور ایسے ایسے عجیب و غریب دلائل پیش کرتے تھے۔ کہ سنکر ہنسی آتی تھی۔ مثلاً آپنے فرمایا کہ الٓمٓ دراصل اوم ہے۔ کیونکہ الٓمٓ کے کوئی معنے نہیں ہیں۔ اسی طرح یہ بھی کہا۔ کہ سچائی اور نیکی وغیرہ کی جو تعلیم قرآن میں ہے۔ وہ وید سے ہی لی گئی ہے۔ لیکن کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ موجودہ زمانہ میں بھی جبکہ سامان اشاعت کتب کے لئے حد سے زیادہ آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں خود آریہ صاحبان میں سے ننانوے فیصدی لوگ بھی جس وید کی شکل دیکھنے سے بے نصیب ہیں۔ اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ آج سے سوا تیرہ سو سال پہلے ملک عرب میں موجود تھا اور اس سے مضامین کو اخذ کیا گیا۔ غرض یہ بات اسقدر لغو اور بیہودہ ہے۔ کہ اسکے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف آریہ لیکچرار کی قابلیت ظاہر کرنے کے لئے اسقدر کہنا پڑا ہے ۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس میں چھپا)

لیکچرار صاحب نے اسی قسم کی فضول اور لایعنی باتیں بیان کرتے ہوئے اخیر پر یہ بھی کہا کہ میں تو قادیان میں آیا ہی اس لئے ہوں کہ یہاں کے عالموں اور فاضلوں سے مباحثہ کروں اور اسکے لئے میں تیار ہوں۔ لیکن انکے یہ کہنے سے پیشتر سیکرٹری صاحب لوکل انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک رقعہ آریہ سماج کے پنڈال میں پہونچ چکا تھا۔ جسمیں لکھا گیا تھا۔ "امید ہے کہ آپکے جلسہ پر آریہ مذہب کے پورے واقف اور قابل اشخاص آئے ہونگے اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل مسائل میں سے کسی پر ان سے دوستانہ گفتگو ہو جائے۔

(۱) نیوگ (۲) تناسخ (۳) کیا دنیا کا سلسلہ ابدی ہے۔

مہربانی کر کے بواپسی جواب تحریر فرمائیے اور اطلاع دیجئے کہ کتنے بجے ہم آپکے ہاں پہونچ جائیں۔ اور اگر آپکے کوئی لیکچرار صاحب ہمارے ہاں آکر گفتگو کرنا چاہیں تو بھی وقت فرما دیجئے۔ تاکہ ہم جگہ وغیرہ کا انتظام کر چھوڑیں۔

امید ہے۔ کہ آپ طول و طویل شرائط کے الجھن میں نہ ڈالینگے۔ اور مہربانی فرما کر کوئی ایسی صورت نکالینگے۔ کہ مندرجہ بالا مسائل میں سے جسپر آپکے لیکچرار صاحب تیار ہوں دوستانہ گفتگو ہو جاسکے۔"

اس رقعہ کا آریہ صاحبان نے جوابدیا کہ جلسہ سے پیچھے نکے تک اسی جگہ مسئلہ تناسخ پر گفتگو کرنے کے لئے ہم تیار ہیں جبکہ وقت یہ بات طے ہو چکی۔ تو ایک پولیسمین نے باوجود طرفین کے اسبات کا یقین دلانے کے کہ گفتگو نہایت امن اور تہذیب سے ہوگی اسی بات پر زور دیا کہ گفتگو نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن طرفین نے اپنی ذمہ واری پر یہی مناسب سمجھا کہ ہو۔ چنانچہ وقت مقررہ سے کچھ منٹ بعد گفتگو کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ اس طرح قرار پایا کہ ۱۰۔۱۰ منٹ تقریریں ہوں۔ ہماری طرف سے مکرم معظم جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق اور آریہ صاحبان کی طرف سے مہاشہ وگیان بھکشو مناظر مقرر ہوئے۔

جناب میر صاحب نے کھڑے ہو کر اپنے مدمقابل آریہ مہاشہ کو ان الفاظ میں مخاطب کیا کہ اس وقت جس مسئلہ پر گفتگو ہو گی۔ وہ اواگون یعنی تناسخ ہے۔ اسپر گفتگو کرنے کے دو طریق ہیں۔ ان میں سے جس طریق پر لیکچرار صاحب چاہیں۔ گفتگو کریں (۱) یہ کہ آپ بطور مدعی کے اس مسئلہ کو پیش کریں۔ کہ یہ سچا ہے اور اس کی تائید میں جو عقلی اور نقلی دلائل دے سکیں دیں میں اس کا انکار کرنیوالا ہوں۔ اسلئے میں ان دلائل پر جرح کرونگا۔ (۲) میں اس مسئلہ پر اعتراض کروں گا آپ اسکے جواب دیں۔

آریہ لیکچرار صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب نے جو دو طریق پیش کئے ہیں۔ میں انہیں سے آخر الذکر اختیار کرتا ہوں آپ اعتراض کریں میں جواب دوں گا۔

اسکے بعد جناب میر قاسم علی صاحب نے اپنی تقریر کو اس طرح شروع کیا کہ میرے دوستو اواگون کا مسئلہ آریہ صاحبان کے نزدیک اتنا زبردست اور بھاری مسئلہ ہے۔ کہ جو ان کے خیال میں تمام دنیا کے فلاسفر اور منطقی متفق ہیں لیکن افسوس کہ ہمارے یہ دوست صاحب اسے بطور مدعی کے نہیں پیش کرنا چاہتے۔ بلکہ مجھے یہ حق دیتے ہیں کہ میں اسپر اعتراض کروں۔ اور وہ جواب دیں۔ اس لئے میں اعتراض کروں گا۔ لیکن قبل اسکے کہ اعتراض کروں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کن کن چیزوں میں جیو مانتے ہیں۔ اور کن میں نہیں۔

مہاشہ جی۔ وہ بات جسپر بحث ہونی چاہیئے۔ آپ اسی پر نظر دوڑائیں۔ تناسخ کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے۔ مینے جو ابھی کہہ دیا تھا۔ اس میں یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ آپکے قرآن سے تناسخ ثابت کردوں۔ مینے قرآن سے بتایا تھا کہ انسانوں کو بندر اور سؤر بنایا جاتا ہے۔ اسلئے یہاں آپ یہ سوال نہیں کرسکتے۔ کہ ہم کن چیزوں کو ذی روح مانتے ہیں۔ اور کن کو نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ ایک لاکھ چوراسی ہزار جونیں ساری کی ساری ذی روح ہیں۔ انسان جو چلتے پھرتے ہیں۔ جن کو شعور اور علم ہے۔ جنکو خواہش ہے۔ جو حس رکھتے ہیں وہ ذی روح ہیں۔ آپ تناسخ کو چھوڑ کر دوسری طرف نہ جائیں۔ اور یہ بتائیں کہ روح کہاں سے آئی اور کہاں چلی جائیگی۔ ہم تو کہتے ہیں ایک جسم سے آئی اور دوسرے میں چلی جائیگی۔ جسطرح گاڑی ایک سٹیشن سے آتی ہے۔ اور دوسرے پر چلی جاتی ہے

میر صاحب۔ مجھے افسوس ہے کہ یا تو مہاشہ صاحب میری بات کو سمجھ نہیں سکے۔ یا دیدہ دانستہ اس سے گریز کر رہے ہیں۔ اب میں اور زیادہ کھولکر سوال کرتا ہوں دیکھئے دنیا میں کئی قسم کی مخلوق ہے۔ انسان۔ حیوان۔ نباتات جمادات ان چاروں میں سے آپ کس کس میں جیو مانتے ہیں اور کس میں نہیں۔ اسکے بعد میں اعتراض کروں گا۔

مہاشہ جی۔ میں بھی مولوی صاحب کی طرح یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میرے سوال کا جواب نہیں دیا گیا۔ آپ پھر مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کن چیزوں میں روح ہے اور کن میں نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں۔ ذی روح اس کو کہتے ہیں۔ جسمیں جاننا ہو۔ گیان ہو۔ مادہ ادراک پایا جائے۔ یہ مینے ایسی تعریف کر دی ہے کہ جہاں پائی جائے اسکو آپ ذی روح کہدیں۔ ہر ایک کا نام لیکر بتانے کی بجائے مینے آپکو یہ ایک ایسی تدبیر بتادی ہے کہ اس سے ذی روح کو پہچان لیں بس مینے اپنے خیال میں جواب دیدیا ہے۔

میر صاحب۔ میرے دوست مہاشہ صاحب کا یہ مطلب ہے۔ کہ جسطرح میں کہتا ہوں اسطرح کرو۔ اور جس طرح تم کہتے ہو اس طرح نہ کہو۔ مگر میں تو مہاشہ جی سے اواگون کا مسئلہ سمجھنے کے لئے آیا ہوں۔ اس لئے جن سوالات کے پوچھنے سے تسلی ہو سکتی ہے وہی پوچھونگا اب میں بالکل مختصر اور صاف الفاظ میں اپنا سوال بیان کئے دیتا ہوں کہ مہاشہ جی آپ نباتات میں جیو مانتے ہیں یا نہیں۔

مہاشہ جی۔ مولوی صاحب مجھے پہلے ہی معلوم تھا جس طرف آپنے چلنا تھا۔ آپنے سوال کیا ہے کہ نباتات میں روح مانتے ہو یا نہیں۔ مگر گفتگو اس مسئلہ پر ہے کہ انسان میں جو روح ہے وہ کہاں سے آتی اور مرنے کے بعد کہاں چلی جاتی ہے۔ اسکے سوا اور کسی بات پر آپ گفتگو نہ کریں۔ آپکے اس سوال کا اواگون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور مینے اسکا جواب بھی پہلے دیدیا ہے کہ جہاں مادہ ادراک پائیں۔ وہاں جیو سمجھ لیں۔

میر صاحب۔ مہاشہ جی! آپ کہتے ہیں کہ اس سوال کا اواگون کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر غور سے سنئے۔ آپ لوگ اواگون اس کو کہتے ہیں کہ ایک روح کا ایک جسم کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں پیدائش کے ذریعہ جانا۔ یعنی باپ کے نطفہ اور ماں کے رحم کے ذریعہ یا مرغی کے انڈے میں سے ہو کر علی ہذا القیاس یہ نہیں کہ اواگون اس کو کہا جاتا ہے کہ ایک چیز کی شکل مسخ ہو کر دوسری بن جاتی ہے۔ پس اواگون کا یہ مطلب ہے۔ تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جس طرح آپ یہ مانتے ہیں کہ انسان کی روح حیوانوں میں چلی جاتی ہے کیا اسی طرح نباتات میں بھی چلی جاتی ہے آپ مہربانی کر کے اس کا جواب دیں۔

(بقیہ دیکھو صفحہ ۱۲ کالم ۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - ۲۷ مارچ ۱۹۱۶ء

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

موجودہ عالمگیر جنگ اپنے واقعات اور اثرات کے لحاظ سے جس صفائی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی شہادت دے رہی ہے۔ وہ ہر ایک ایسے انسان کے لئے جس نے حضرت مسیح موعود کی وہ پیشگوئی جو آج سے کئی سال پہلے شائع ہو چکی ہے۔ پڑھی ہو۔ اور موجودہ جنگ کے حالات سے آگاہی رکھتا ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ کے منجانب اللہ ہونے کا ایک ایسا زبردست ثبوت ہے۔ کہ جس کا کسی طرح انکار نہیں کر سکتا ؛

اس وقت تک اس پیشگوئی کے مختلف پہلو بڑی وضاحت کے ساتھ پورے ہو رہے تھے۔ اور اپنی صداقت کا اعتراف ہر ایک صداقت شعار اور راستی پسند انسان سے کرا رہے تھے۔ لیکن ایک پہلو ایسا بھی تھا جسکے پورا ہونے کے متعلق فی الحال کوئی انسانی دماغ اور کوئی انسانی عقل امید نہیں رکھ سکتی تھی۔ لیکن اب دنیا دیکھ چکی ہے۔ کہ وہ پہلو بھی کس صفائی کے ساتھ پورا ہوا ہے۔ وہ پیشگوئی جس میں موجودہ جنگ کا ہو بہو نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور جس کے ایک ایک لفظ کی بڑی صفائی کے ساتھ واقعات نے تصدیق کر دی ہے۔ یہ ہے :-

اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار
آئے گا قہرِ خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کر دیگی انہیں مثلِ درختانِ چنار
ہوش اُڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیںگے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیںگے ہو کر مست و بیخود راہوار
خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائینگے جیسے ہو شرابِ انجبار
مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان
آسماں حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس
اِس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہیگی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

یہ اشعار صاف اور واضح طور پر بتلا رہے ہیں۔ کہ ان میں رونما ہونے والے واقعات کی جو خبر دیگئی ہے وہ کوئی خیالی یا شاعرانہ طریق سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی کسی وحی اور الہام کے ماتحت پیشگوئی کے طور پر ہے اور وہ پیشگوئی کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود اسکے متعلق فرماتے ہیں :

اِس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

گویا اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہی آپ کی صداقت اور سچائی کا دارو مدار ہے۔ اس قدر اہمیت اور عظمت اس پیشگوئی کو کیوں دیگئی۔ اور کیوں اس پر آپ کی سچائی کا بھی دارو مدار رکھا گیا۔ اس لئے کہ اس پیشگوئی نے ایسے واضح اور کھلے طور پر پورا ہونا تھا کہ کسی کو بھی اس سے انکار کرنے کی گنجائش باقی نہ رہنی تھی۔ اور نہ ہی کوئی حق پسند اور صداقت جو انسان اس کے صحیح اور درست ہونے میں شک لا سکتا تھا۔ چنانچہ اب جبکہ اسکے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ تو دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ کس طرح حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ ناظرین ان اشعار کے ایک ایک لفظ کو پڑھیں اور دیکھیں کہ واقعات کس صفائی سے ان کی تصدیق کر رہے ہیں ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

اِک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار

یہ شعر ۱۵- اپریل ۱۹۰۵ء کو کہا گیا۔ اور اسی زمانہ میں چھپکر شائع ہو گیا۔ اب دیکھ لو۔ کہ وہ آنیوالا نشان آگیا ہے یا نہیں۔ اور اگر آگیا ہے۔ تو اس سے دیہات اور شہر اور مرغزار گردش کھا گئے ہیں یا نہیں۔ اس بات کی تصدیق واقعات جنگ سے نہایت صفائی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ جاؤ جا کر یورپ میں دیکھ لو کہ ان ممالک میں جہاں نارِ حرب شعلہ زن ہے۔ دیہات و شہر اور مرغزار کی کیا حالت ہے۔ بے شمار ایسے دیہات اور شہر ہیں جہاں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیگئی ہے۔ اور لاتعداد ایسے مرغزار اور جنگل ہیں۔ جہاں راکھ کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے زبانِ حال سے اس شعر کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اور دیکھنے اور سننے والوں کے دل ہلا رہے ہیں ؛

ان تمام مقامات کو جانے دو۔ جہاں تباہی اور ہلاکت نے اپنا دامن پھیلایا ہوا ہے۔ صرف ایک صوبہ کی حالت پر نظر کرو جو اخبار سیلون آبزرور مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۱۵ء میں اس کے ایک نامہ نگار نے اس طرح بیان کی کہ :-

"ہم بلا کسی قسم کے مبالغہ کے کہہ سکتے ہیں کہ پولینڈ سارے کا سارا اور صوبجات بالٹک اور بعض دیگر روسی اضلاع جل کر خاک سیاہ ہو گئے ہیں۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ نپولین کے زمانہ میں شہر ماسکو جلا دیا گیا تھا۔ مگر جو قربانی اسوقت روسیوں نے کی تھی۔ اسکی نسبت موجودہ قربانی صدہا درجہ زیادہ ہے نپولین کے وقت تو روسیوں نے شہر ماسکو اور چند اور قصبے جلائے تھے۔ مگر موجودہ جنگ میں پولینڈ کا وسیع ملک جسمیں ۲ کروڑ انسان آباد تھے۔ اور جس کا رقبہ ملک بلجیم سے پانچ گنا ہے جل کر راکھ ہو گیا ہے۔ اور اس [illegible] نے اپنے ہاتھ سے ایک ارب پچاس کروڑ روپیہ کی قربانی کی۔ [illegible] تمام ملک ایک وسیع انگیٹھی کی طرح ہے۔ رات دن [illegible] میں دھوئیں کے بادل [illegible] میں واپس آ رہی ہیں۔ رات کے وقت دیہات و شہر اور

جنگلات (مرغزار) کے جلنے سے آسمان روشن ہو جاتا ہے"
ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد کیا کسی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا مصرع کے لفظ لفظ کی تصدیق کئے بغیر چارہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر صفائی کے ساتھ کسی پیشگوئی کا پورا ہونا ممکن ہی نہیں۔ آپ نے ۱۹۰۵ء میں دیہات اور شہر اور مرغزار کی تباہی کی خبر دی ہے۔ جس کی تصدیق ایک نامہ نگار اپنی چشم دید شہادت کی بنا پر ۱۹۱۵ء میں دس سال کے بعد ان الفاظ میں کرتا ہے کہ :۔

"رات کے وقت دیہات اور شہر اور مرغزار
کے جلنے سے آسمان روشن ہو جاتا ہے"

پس پیشگوئی کے پورا ہونے میں اس سے بڑھ کر صفائی اور وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اسی پیشگوئی میں حضرت مسیح موعود کا ایک شعر یہ ہے کہ :۔

خون سے مُردوں کے کوہستان کے آب رواں
سُرخ ہو جائینگے جیسے ہو شراب انجبار

یہ شعر بھی جس وضاحت کے ساتھ پورا ہو رہا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ تاہم ایک روسی نامہ نگار مسٹر ہنری سین نے جو نقشہ کھینچا ہے۔ اس میں سے چند الفاظ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

"جرمنی نے اپنے آہنی قدم سے پولینڈ کو کچل دیا ہے۔ جو بہادر البرٹ (شاہ بلجیم) کے ملک سے سات گنا بڑا ہے۔ تلوار نے اس بدقسمت ملک کے دریاؤں کو خون سے بھر دیا ہے"

کیا ان الفاظ کے پڑھنے کے بعد بھی کسی کو اس پیشگوئی کی صداقت میں شبہ ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح ہم اس پیشگوئی کے ہر ایک شعر کے مطابق موجودہ جنگ کے حالات اور واقعات بتا سکتے ہیں لیکن ہمیں امید ہے کہ واقعات اس صفائی کے ساتھ رُونما ہو رہے ہیں اور پیشگوئی کے ایک ایک لفظ پر ایسے منطبق ہو رہے ہیں کہ ان لوگوں کے علاوہ جو خود میدان جنگ میں مشغول پیکار ہیں۔ ہر ایک وہ انسان بھی جو جنگ کی اخبار پڑھتا یا سنتا ہے۔ ان کی تصدیق کرنے پر آمادہ اور تیار ہو گا۔ اس لئے ہم ایسے لوگوں کی خدمت میں صرف اسقدر التماس کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ حق اور صداقت کی خاطر جنگ کے واقعات اس پیشگوئی کو سامنے رکھ کر پڑھیں۔ اور سچے دل سے اسکی تصدیق کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ انسان کو قبول کریں۔ جس کی سچائی کا خدا تعالےٰ نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر مدار رکھا تھا ٭

تازہ نشان

اس پیشگوئی میں ایک شعر یہ بھی ہے کہ :۔

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار

گو اس شعر کے مصرع اول کے پورا ہونے میں کسی کو کوئی شک و شبہ نہ رہ گیا تھا۔ کیونکہ موجودہ جنگ کے خوفناک اثرات سے کوئی انسان بھی مامون و مصئون نہ رہ سکا تھا لیکن مصرع ثانی اسوقت تک پورا نہ ہوا تھا۔ اور نہ ہی بظاہر حالات اس کے پورا ہونے کی امید اور توقع ہو سکتی تھی۔ کیونکہ سلطنت روس اتحادیوں کی حلیف تھی۔ اور انہیں دن بدن کامیابی اور فتحمندی نصیب ہو رہی تھی۔ جس سے یہ خیال نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس جنگ میں سلطنت روس کو کوئی ایسا خطرناک نقصان پہنچیگا جس کی خبر اس مصرع میں دی گئی ہے۔ لیکن اب جبکہ اصل واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ تو خدا تعالےٰ کی وحی کے مطابق حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کی کس قدر عظمت اور شان ظاہر ہوتی ہے کہ ؂

زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار

یعنی یہاں سلطنت روس کا ذکر نہیں۔ بلکہ روس کے بادشاہ زار کا ذکر ہے۔ چنانچہ اب جو زار کی حالت زار ہوئی ہے۔ وہ دنیا معلوم کر چکی ہے۔ ناظرین خیال کریں کہ ۱۵ مارچ ۱۹۱۷ء کو آدھی رات کے وقت جب پالسکوپ کے مقام پر ایک وفد نے زار روس کے سامنے یہ بیان کیا ہو گا کہ :۔

"آپ تاج و تخت سے دست بردار ہو جائیں"

تو ان الفاظ کو سن کر زار کی کیا حالت ہوئی ہو گی اور اس نے کس دل سے یہ کہا ہو گا کہ :۔

"میں اپنے بیٹے سے جدا نہیں ہونا چاہتا۔ اسلئے اپنے بھائی کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں"

ہم اسکی حالت کا نقشہ نہیں کھینچنا چاہتے۔ کیونکہ اول تو الفاظ اسکی اصل حالت کو ظاہر کرنے سے عاجز ہیں۔ دوسرے شاید ہماری تحریر کو پیشگوئی کے الفاظ پر تطبیق دینے کے خیال سے حقیقت پر مبنی نہ سمجھا جائے۔ اس لئے ہم ایک دوسرے اخبار کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ جنمیں اس نے زار کی حالت زار کی تصویر اس طرح کھینچی ہے کہ :۔

"زمانہ کی نیرنگیاں بھی کیسی عجیب اور صاحبان بصیرت کے لئے کتنی عبرت انگیز اور سبق آموز ہیں کہ جو شخص کل تک براعظم یورپ و ایشیا کے قریباً نصف رقبوں پر پھیلی ہوئی ایک عظیم الشان سلطنت کا حکمران اور دنیا کی ایک کثیر التعداد طاقتور قوم (سلافی) کا رئیس اعظم تھا۔ جس کا نام ساری مہذب دنیا میں ادب اور احترام کے ساتھ لیا جاتا تھا۔ اور اسکے سنتے ہی رومانوی شان و شکوہ اور عظمت و جلال کے ہیبت انگیز مناظر چشم تصور میں پھر جاتے تھے۔ جس کے ابرو کی ایک ہلکی سی جنبش اور قلم کی ایک معمولی سی گردش اس کی ۱۸ کروڑ رعایا کی قسمتوں کا آن واحد میں فیصلہ کر سکتی تھی۔ اور جس کو سلافی قوم کا باپ روسی افواج بری و بحری کا سپہ سالار اور سابق تاتاری۔ ترکانی تاجیکی۔ ازبکی مغلئی۔ ارمنی (قاف) ایسے حکمران خاندانوں کی وسیع مملکتوں کا حکمران ہونے کے باعث مطلق العنان شخصی حکومت اپنی سب سے بڑی پشت و پناہ سمجھتی تھی۔ وہ آج بالکل عاجز و لاچار ہے۔ اور جن لوگوں پر کل تک حکم چلتا تھا۔ انہی کے ہاتھوں میں اسیر و گرفتار ہے۔ کل تک پیٹرو گریڈ کے غریب مزدوری پیشہ لوگ بھوکھ سے بچائے جانے کے لئے جو روٹی کی قلت کے باعث انہیں عارض حال تھی۔ نہایت عاجزانہ درخواستیں اسکے عمال و ملازمین کی خدمت میں پیش کر رہے تھے۔ اور یہ لوگ غرباء کے فاقوں سے تکلیف اٹھانے اور ننھے ننھے بچوں کے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نیم جان ہونے کو مطلق خاطر میں نہ لاتے تھے بمصداق

گر ز مسکینی دیگرے شد ہلاک
مرا ہست بط را از طوفاں چہ باک

مگر آج خود شہنشاہ بیگم (زارینہ) اپنے اکلوتے بیٹے ولیعہد سلطنت کی جان بچانے کے لئے حامیان انقلاب سے

اپیل کرتی ہیں۔ اور انہیں تہذیب اور انسانی ہمدردی کا واسطہ دیتی ہیں۔ اُف۔ کتنا بڑا تغیر ہے۔ اور کسقدر جلد وقوع میں آیا ہے"۔

یہ انقلاب عظیم کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی عظمت اور شان کو ظاہر کرنے اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کو پیش کرنے کے لئے عظیم الشان نشان ہے۔ کیا کوئی سیاست دان اور دنیاوی علوم کا ماہر اسقدر عرصہ پیشتر وہ بات کہہ سکتا تھا۔ جو حضرت مسیح موعود نے کہی۔ ہرگز نہیں۔ اسقدر پہلے کہنا تو الگ رہا۔ اس دن سے ایک دن بھی پہلے جبکہ زار روس معزول ہوا ہے۔ کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ کیا ہو گا۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے دس سال پیشتر بتا دیا تھا کہ :-

زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار

کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ آپ نے یہ خبر اس قادر و توانا ہستی کی طرف سے دی تھی۔ جس کی شان میں وتعز من تشاء وتذل من تشاء آیا ہے۔ اور جس نے حضرت مسیح موعود کو اپنا رسول اور نبی بنا کر صراط مستقیم دکھانے کے لئے بھیجا ہے۔

مبارک ہے۔ وہ انسان جو اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کے نشانات کو دیکھ کر اپنی عاقبت سنوار لے ۔

دردِ دل سے دُعا کی جائے

جناب مفتی محمد صادق صاحب ۲۲ مارچ بمبئی سے جہاز پر سوار ہو کر عازم لنڈن ہو گئے ہیں تمام احمدی احباب دردِ دل اور خشوع و خضوع سے دعا فرمائیں اور فرماتے رہیں کہ خدا تعالےٰ انکو بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچائے۔ اور راستہ کے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھے ۔

رسالہ الحکمت پر نظر

چہ دلاور است... کہ بکف چراغ دارد

الحکمۃ نام ایک ماہواری رسالہ نمبر دوم گجرات پنجاب سے شائع شدہ اتفاقاً میری نظر سے گذرا۔ اس میں ایک مضمون الدعاء کے عنوان سے کسی شخص پیر قمر الدین کا لکھا ہوا ہے۔ میں نے اس مضمون کو اول سے آخر تک پڑھا پہلے دلائل عقلی دعا پر تحریر کئے گئے ہیں۔ پھر اعتراضات لکھ کر انکے جوابات دیئے گئے ہیں اور آیات قرآنی بھی بہت سی درج مضمون ہیں۔ مگر جس قسم کا یہ اہم مضمون تھا۔ اس کو بہت ہی ناقص اور ادھورے پیرائے میں ادا کیا گیا ہے۔ اگر تعصب راہزن نہ ہوتا۔ تو مناسب تھا کہ الدعا کے مضمون میں اس زمانہ کے سلطان القلم حضرت مسیح موعود کی کتاب برکات الدعاء کے ہی دو چار صفحے نقل کر دیئے جاتے۔ تا ناظرین رسالہ کم از کم دعا کی حقیقت کو تو سمجھ سکتے۔ یا اور نہیں تو برکات الدعا کے ابتدائی اشعار ہی زیب عنوان بنائے جاتے۔ تاکہ سامعین کو حالت وجد میں لے آتے۔ مگر ہمارے مخالفین کو اس قدر جرأت کہاں کہ بلا خوف لومۃ لائم حضرت مسیح موعود کے بیان فرمودہ حقائق و دقائق کو علی الاعلان بیان کریں اور تعجب ہے کہ باوجود حضرت صاحب کے بیان کردہ حقائق و معارف اور نکات قرآنیہ کی صداقت اور معقولیت کے دل سے قائل ہونے کے پھر انکو ظاہر کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ ہاں ضرورت کے وقت انکی کتب سے خوشہ چینی یا سرقہ کر کے مطلب برآری کر لیجاتی ہے۔ اور لوگوں کے تحسین اور آفرین کے نعرے خود وصول کئے جاتے ہیں چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود کا سب سے بڑا مخالف ظاہر کرتا ہے۔ وہ بھی اسی طرز پر عموماً کاربند دیکھا گیا ہے کئی دفعہ اسکو جب کہ وہ آریاؤں یا کسی دیگر مذہب سے مباحثہ کر رہا تھا دیکھا گیا۔ کہ اسکے ہاتھ میں سرمہ چشم آریہ یا کوئی اور حضرت صاحب کی کتاب ہے۔ ایسا ہی ہمارے سلسلہ کے ایڈیٹران اخبارات و رسالجات بارہا اپنے معزز ہمعصران کی اس قسم کی کارستانیاں پکڑ کر اظہار افسوس کر چکے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے۔ کہ ہمارے مخالفوں میں ایک گروہ اس قسم کا ہے۔ جو ہماری خوبیوں کا ایک حد تک معترف ہے۔ مگر تعصب اور تنگ دلی کی وجہ سے ان کا زبان اور قلم سے اقرار نہیں کرنا چاہتا۔ سچ فرمایا ہے۔ ایسے لوگوں کے حق میں حضرت مسیح موعود نے ۔

دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

اسی قسم کی ایک تازہ مثال مجھے رسالہ الحکمۃ کے مطالعہ میں ملی ہے۔ جس کا سُراغ اس عاجز کو اس طرح ملا۔ کہ رسالہ مذکور کے صفحہ ۳۵ پر پیر قمر الدین مضمون نویس نے نمبر شمار ۵ پر اس اعتراض کا جواب لکھنا شروع کیا کہ :-

یہ جو لوگ دعا نہیں مانگتے۔ وہ بھی زندگی کے بعض حصوں میں کامیاب ہوتے ہیں" دراصل یہ جواب سارے کا سارا حضرۃ صاحب کی کتاب ایام الصلح سے چُرایا ہوا ہے۔ بیچارے مضمون نویس نے اس سوال کے جواب دینے میں اپنے آپ کو ایسا تہیدست ثابت کیا ہے کہ صرف مضمون یا مفہوم کو ہی سرقہ نہیں کیا۔ بلکہ لفظ بلفظ حضرت صاحب کا مضمون نقل کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ اور اپنی طرف سے چند تمہیدی الفاظ لکھ کے آگے حضرت صاحب کی عبارت نقل کر دی ہے۔ یہاں میں ناظرین کو وہ عبارت نقل کرکے دکھلاتا ہوں۔ اور اصل اور جعل کو جدا جدا کرکے آشکارا کرتا ہوں۔ وہ عبارت یہ ہے۔

دُنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں ہے۔ جو مشکل کے وقت غور و فکر اور توجہ سے کام نہ لیتا ہو۔ گویا وہ بڑی عاجزی سے ایک غیب کی طاقت سے روشنی تلاش کرتا ہے۔ درحقیقت ہماری وہ حالت ایک دعا کی حالت ہوتی ہے۔ ہمارا سوچنا ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امر مخفی کے لئے خیال دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اور انکی روح مبدا فیض کو شناخت کرکے بصیرت کے ساتھ اسکی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے۔ اور محجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے ربط معرفت نہیں اور نہ اس پر یقین ہے۔ وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہیں کہ غیب سے کوئی بات کامیابی کی ان کو اصل ہو ایام الصلح میں یہاں کامیابی کی بات کہ انکے دل میں پڑ جاوے"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خطبۂ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی ایدہ اللہ

فرمودہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء

حضور نے سورۂ فاتحہ پڑھکر فرمایا:-

قرآن کریم الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے جسمیں خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان بشارت اور خوشخبری رکھی ہے۔ اور وہ خوشخبری یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتلایا ہے۔ کہ قرآن کریم میں تمہارے لئے ایسے سامان رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے تمہاری زبان پر الحمد للہ جاری رہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سورہ کو ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود بخود برضا ورغبت طوعاً اور خوشی سے خدا تعالےٰ کا شکر ادا نہیں کرتے اور خواہ ان پر خدا تعالےٰ کے کتنے ہی بڑے بڑے انعام ہوتے چلے جائیں۔ شکر گذاری کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ مگر مسلمانوں پر خدا تعالےٰ نے ایسا احسان اور فضل کیا ہے کہ چونکہ ان پر خدا تعالےٰ کے بہت سے فضل اور احسان ہونے تھے۔ اور ان میں سے بعض کو ان احسانات کے بدلے خدا تعالےٰ کا شکر ادا کرنے کی طرف توجہ نہ ہونی تھی اسلئے ہر رکعت میں اس سورہ کا پڑھنا رکھ دیا گیا کہ جب کوئی نماز پڑھیگا۔ تو اس طرح وہ خدا تعالےٰ کے انعامات کا شکریہ بھی ادا کر سکیگا ہاں جو نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان ہی کہاں ہو سکتا ہے لیکن جو شخص نماز پڑھتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کے انعامات کا اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق شکریہ ادا کرنے سے قاصر نہیں رہ سکتا۔ یوں تو خدا تعالےٰ کے انعامات کا پورا پورا شکریہ ادا کرنا کسی انسان کا کام نہیں۔ مگر جو انسان ہر روز نماز میں تیس چالیس بار الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے۔ اُسے ناشکروں میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ ناشکر گذار تو کافروں میں شامل ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اسطرح مسلمانوں کو ناشکری کے گناہ سے بچالیا ہے کہ وہ ہر رکعت میں اس سورہ کو پڑھتے ہیں۔ اور اسکے انعامات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اسکے علاوہ بھی جب خدا تعالےٰ کا کوئی انعام دیکھتے ہیں۔ تو بے اختیار ان کے مُنہ سے الحمد للہ رب العالمین نکل جاتا ہے اور یہ ان کے مومن ہونے کی

پہلی علامت

ہے۔ پھر مسلمانوں کی اللہ تعالےٰ نے ایک اور علامت قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ واٰخر دعواھم ان الحمد للہ رب العلمین (۱۰-۱۱) کہ آخری پکار بھی انکی یہی ہوتی ہے۔ کہ الحمد للہ رب العالمین

ایک معنی

تو یہ ہیں کہ اسلام کی ابتدا بھی الحمد للہ سے ہوئی ہے اور انتہا بھی الحمد للہ پر ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل اور احسان سے ہی قرآن کریم کو نازل کیا۔ ورنہ کس انسان کی طاقت تھی کہ ایسا بے نظیر کلام بنا سکتا یا اس کا کیا حق تھا کہ خدا تعالےٰ اسکے لئے قرآن نازل کرتا۔ مگر دیکھو اس وقت جبکہ ہر قسم کے علوم میں ترقی اور ازدیادی ہوئی ہے۔ تمام دنیا قرآن کریم کے مٹانے کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ لیکن کیا اس کا نتیجہ سوائے اسکے کچھ اور بھی نکلا ہے۔ کہ ایسا کرنے والے خود ذلیل اور شرمندہ ہو گئے ہیں۔ پھر کیا یہ درست نہیں ہے کہ آج تک کسی انسان کو یہ توفیق نہیں ملی کہ قرآن کریم سے بڑھکر کوئی کتاب پیش کر سکے۔ آج تک تمام مخالفین اسلام کا کام قرآن کریم پر اعتراض اور شکوک پیدا کرنا ہی رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ کچھ نہیں کر سکے۔ حالانکہ شکوک اور اعتراضات کا پیدا کرنا نہ تو کوئی مشکل کام ہے اور نہ ہی کسی چیز کی صداقت کو چھپا سکتا ہے۔ شبہات تو کئی انسانوں کو اپنے جسم کے متعلق بھی پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ سوفسطائی لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا جسم بھی کوئی چیز نہیں۔ یہ صرف وہم ہی وہم ہے۔ تو

وہم پیدا کرنا

کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی دوست کی بڑی پُرتکلف دعوت کرے۔ اور اس کی خاطر و مدارات کے لئے بہت بڑی تیاری کرے۔ مگر اس کے دوست کو وہم ہو جائے کہ اس نے میرے لئے اچھے کھانے اس لئے پکوائے ہیں۔ کہ ان میں زہر ملا کر مجھے ہلاک کر دے۔ کیا اس وہم کے بعد وہ اس دعوت میں شریک ہو گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بھاگ جائیگا۔ اسی طرح کتنا ہی پختہ مکان بنا ہو۔ مگر ایک شخص خیال کرے۔ کہ اگر کوئی چھوٹا سا خیمہ ہوتا۔ اور وہ میرے اُوپر گر پڑتا۔ تو شاید میں بچ جاتا لیکن میں اسکے اندر داخل ہوا۔ اور یہ میرے اُوپر گر پڑا۔ تو پھر نہیں بچ سکوں گا۔ یہ خیال کر کے وہ کبھی اس میں داخل نہیں ہو گا۔ بلکہ بھاگ جائے گا۔ یہ محض

خیالی باتیں

ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اس قسم کے انسان دنیا میں گذرتے بھی ہیں چنانچہ خیرپور کے نواب صاحب جو موجودہ نواب صاحب کے بیٹے تھے۔ ان کو اسی قسم کی بیماری تھی کہ وہ مکان کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ انہیں یہی خیال لگا رہتا ہے کہ میں مکان کے اندر گیا۔ اور وہ میرے اوپر گرا ٭

تو وہم اور خیال کا پیدا کر دینا کوئی مشکل اور بڑی بات نہیں ہر ایک بات اور ہر ایک سچائی کے متعلق نہایت آسانی سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر مذہب کی بنیاد بھی وہم پر ہی ہو۔ تو کبھی کسی بات کا فیصلہ نہ ہو سکے۔ فیصلہ ہمیشہ خوبیوں اور صداقتوں کے مقابلہ سے ہی ہوا کرتا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ فلاں چیز میں خوبی ہے یا نہیں اور دوسروں سے خوبیوں کے لحاظ سے بڑھ کر ہے یا ادنیٰ ورنہ شک اور شبہ سے انسان کبھی یقین اور اطمینان تک نہیں پہونچ سکتا۔ شبہ ہمیشہ شبہ ہی ہے۔ دنیا اس وقت تک قرآن کریم کی خوبیوں کے مقابلہ میں کوئی خوبی نہیں پیش کر سکی۔ جو اٹھا ہے۔ اس نے اپنی طرف سے نقائص

اور شکوک ہی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ شک کا نتیجہ شک ہی ہوتا ہے۔ اور یقین کا نتیجہ یقین۔ پس قرآن کریم کی مخالفت کرنے والوں کو یقین پیش کرنا چاہیئے۔ نہ کہ شکوک و شبہات۔ مگر اسوقت تک کسی کی طرف سے یقین نہیں پیش کیا گیا۔ بلکہ جب بھی کسی نے حملہ کیا ہے۔ کوئی نہ کوئی اعتراض ہی جڑ دیا ہے۔ اور یہ ہمت کسی کو نہیں ہوئی۔ کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی اعلیٰ تعلیم پیش کرتا۔ حالانکہ

فیصلہ کا طریق

یہی ہے کہ جس چیز کو ناقص اور خراب قرار دیا جائے۔ اس کے مقابلہ میں بہتر اور اعلےٰ پیش کی جائے۔ مثلاً کونین ہے تپوں کے لئے کیا ہی اعلیٰ درجہ کی مفید ثابت ہوئی ہے۔ مگر کئی دیسی اطبا اس تعصب کی وجہ سے جو انہیں انگریزی دواؤں کے ساتھ ہے۔ باوجود اسکے کئی فوائد کے اور قریباً یقینی فوائد کے اسکے متعلق شبہ پھیلاتے رہتے ہیں کہ اس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ جگر بڑھ جاتا ہے۔ یہ نقص پیدا ہو جاتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ کیا ان کے اسطرح کہنے سے کونین کا استعمال بند ہو گیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا۔ کہ محض شبہات اور شکوک کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی ان کا کوئی نتیجہ نکلتا ہے ہاں اگر کوئی اور دوائی پیش کر کے ثابت کر دیں کہ وہ نقص جو کونین میں پائے جاتے ہیں۔ اس میں نہیں ہیں۔ تو پھر کونین کو کوئی استعمال نہ کریگا۔ بلکہ اس دوائی کو استعمال کیا جائیگا ٭

تو یہ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ نقائص اور شکوک نکالنے سے کوئی چیز مغلوب نہیں ہو سکتی۔ مغلوب اسی وقت ہوتی ہے۔ جبکہ اس سے بہتر اور اعلیٰ دکھائی جائے قرآن کریم پر جسقدر حملے کئے گئے ہیں۔ وہ صرف نقائص نکالنے اور شکوک پیدا کرنے تک ہی محدود ہیں یہ نہیں کہ کسی نے اس سے بڑھ کر اور بہتر تعلیم بھی پیش کی ہو۔ حالانکہ یہی وہ معیار ہے جس سے فیصلہ ہو سکتا ہے ٭

تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے مسلمانوں کو ایسی تعلیم ملی ہے۔ کہ جس کا کوئی دوسری تعلیم مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بڑے بڑے مخالفوں نے مقابلہ کی کوشش کی۔ بڑے بڑے اعتراضات کئے گئے۔ اپنے خیال میں بڑے بڑے نقائص نکالے گئے۔ (اسوقت یہ بحث نہیں کہ اسکے اعتراضات اور نقائص درست بھی تھے یا نہیں) مگر ان سے جو کچھ ہو سکا۔ وہ یہی کچھ تھا۔ نہ کہ اس کے علاوہ کچھ اور۔ لیکن کیا وہ

قرآن کریم کی تعلیم

سے بہتر کوئی تعلیم پیش کر سکے۔ ہرگز نہیں۔ پس اس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ قرآن کریم خدا تعالےٰ کی الہامی کتاب ہے۔ کیونکہ ساری دنیا بھی اس کا صحیح طور پر مقابلہ نہیں کر سکی۔ تو ایسی تعلیم کے ملنے پر بے اختیار مسلمان کے مُنہ سے الحمد للہ نکل جاتا ہے۔ پس یہ ابتدا الحمد سے ہے کہ اسلام کی بنیاد ایسی تعلیم سے شروع ہوئی جس کا کوئی تعلیم مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اسپر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے تھوڑا ہے پھر

اس کی انتہاء

یہ ہے۔ کہ اسپر چل کر اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے خدا تعالےٰ کے سایہ کے نیچے انسان آ جاتا ہے۔ خلد میں اس کا مقام تیار کیا جاتا ہے۔ پس مسلمان اس انتہاء پر بھی جس قدر خدا تعالےٰ کی حمد کریں تھوڑی ہے ٭

خدا تعالےٰ کا کس قدر احسان ہے کہ مسلمانوں کو جو کتاب ملی۔ وہ الحمد سے شروع ہوتی ہے۔ پھر وہ تعلیم ملی کہ جسپر چلنے والے کا انجام بھی الحمد پر ہی ہوتا ہے۔ پس یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ دیکھو ایک شخص دوسرے کو کہے۔ کہ تم فلاں راستہ پر چلے جاؤ۔ اسکے تمہیں یہ یہ فوائد حاصل ہونگے لیکن اگر اسے چلتے چلتے اخیر پر بڑی گہری غار دکھائی دے یا کوئی اور نقصان یا تکلیف پہونچے۔ اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔ تو گو وہ ابتدا میں اس راستہ بتانے والے کا شکریہ ادا کرے۔ اور جزاک اللہ کہے۔ کہ اس نے مجھ پر بڑی مہربانی کی ہے کہ راستہ بتا دیا ہے۔ مگر اس کی انتہا اسبات پر ہوگی کہ کہے گا وہ بڑا ہی خبیث اور شریر انسان تھا۔ جس نے مجھے یہ راستہ بتایا۔ اور مجھے تکلیف اور مصیبت میں ڈالا۔ لیکن اگر دا قعہ میں اسے اس راستہ پر چلکر بڑا آرام اور فائدہ ہو گا۔ تو وہ انتہاء پر بھی اس کا شکریہ ادا کریگا۔ اور اس کا شکر گذار ہو گا۔ کہ اس نے مجھے کیا اچھا راستہ بتایا ٭

اس سے پتہ لگتا ہے کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کی ابتدا حمد سے ہوتی ہے۔ مگر انتہا حمد سے نہیں ہوتی۔ اور بعض ایسی ہوتی ہیں۔ جن کی ابتدا حمد سے نہیں ہوتی۔ مگر انتہا حمد سے ہوتی ہے۔ مثلاً بعض ایسی باتیں ہیں۔ جو بذات خود بُری ہوتی ہیں۔ مگر ان سے انسان ٹھوکر کھا کر انجام کار ہلاکت اور تباہی سے بچ جاتا ہے لیکن

اسلام

ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ اسکی تعلیم کے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایسے سامان رکھ دئے ہیں کہ اس کی ابتدا بھی حمد سے ہوتی ہے۔ اور انتہا بھی حمد سے۔ پس ایک تو یہ معنی ہیں۔ وآخر دعوٰھم ان الحمد للہ رب العالمین کے لیکن ایک اور معنے بھی ہیں۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں

مسلمانوں کے لئے دو زمانے

مقرر فرمائے ہیں۔ ایک ابتدائی زمانہ اور دوسرا آخری زمانہ اور آخر دعوٰھم ان الحمد للہ رب العالمین میں خدا تعالےٰ نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ جسطرح حشر کے دن مسلمانوں کا انجام یہ ہو گا۔ کہ وہ حمد ہی حمد کرتے نکلینگے اسی طرح اسلام کی ابتدا بھی حمد سے ہی شروع ہوئی ہے۔ اور اس کی انتہا بھی حمد پر ہی ہو گی۔ چنانچہ سورہ فاتحہ میں مسیح موعود کی پیشگوئی ہے۔ اور پہلے نبیوں نے بھی کہا ہے۔ کہ اس کو یہ سورہ دی جائے گی۔ در اصل تو یہ سورۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور آپ کو دیگئی۔ اب اسکے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دینے کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ جسطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ایسے ایسے انعامات دیئے گئے تھے۔ جن کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الحمد للہ رب العالمین کہا گیا۔ اور اس کے نتیجہ میں اور زیادہ انعام دیئے گئے۔ اسی طرح اسکے متبع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیئے جائینگے

اور اُسے اور اسکی جماعت کو ایسی

عظیم الشان فتوحات

دی جائینگی۔ جن کی وجہ سے اس کی اور اس کی جماعت کے لوگوں کی زبان پر الحمد للہ رب العالمین جاری رہ جائیگا یہ ہے ابتدا بھی الحمد سے اور انتہا بھی الحمد پر۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جو سامان ترقی ایمان کے لئے خدا تعالےٰ نے بتائے ہیں۔ ان کو دیکھ کر بے اختیار ہمارے مُنہ سے الحمد للہ رب العالمین نکل جاتا ہے۔ کہاں یہ تاریکی اور ظلمت کا زمانہ۔ اور کہاں یہ دہریت اور لامذہبی کے دن جبکہ انسان کہہ اٹھے تھے۔ کہ خدا کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دنیا کا کارخانہ خود بخود چل رہا ہے۔ اور چلتا رہے گا۔ ہر ایک کو اپنے علم اور اپنی تحقیقات پر گھمنڈ تھا۔ مذہب کو ایک حقیر اور فضول چیز سمجھا جاتا تھا۔ ایسے وقت میں خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ

دین اسلام

کو قائم کرنے کے اپنے جلال اور قدرت کے ظاہر کرنے کے سامان پیدا کر دیئے۔ اور اس طرح ہم پر وہ احسان اور فضل کیا۔ کہ جسکے لئے ہم جسقدر بھی اسکی حمد اور تعریف کریں۔ تھوڑی ہے ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مسلمان مولوی کہاں ان لوگوں کی قلم کی کششوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اسلام ایک ناتواں اور کمزور چیز کی طرح ہو رہا تھا۔ جو اُٹھتا۔ اس پر حملے کرنے شروع کر دیتا۔ خود مسلمان اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب میں جا رہے تھے مگر حضرت مسیح موعود کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے ایسا احسان کیا۔ کہ وہی دین جو پہلے قابل نفرت سمجھا جاتا تھا۔ اس کو جب آنکھیں کھولکر دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی چیز قابل تسلی اور لائق اطمینان ہو سکتی ہے تو وہ مذہب اسلام ہی ہے ؛

خدا تعالےٰ نے ہزارہا نشان اسکی تائید میں دکھائے اور اسقدر دکھلائے۔ کہ اگر کوئی گننا چاہے۔ تو ہرگز گن نہیں سکتا۔ ایک دفعہ امریکہ سے ایک انگریز حضرت مسیح موعود کو ملنے کے لئے آیا۔ اور آکر کہا کہ آپ مجھے اپنی صداقت کا کوئی نشان دکھلائیے۔ آپ نے فرمایا تم بھی میری صداقت کا نشان ہو۔ اُس نے کہا کس طرح؟ آپ نے فرمایا۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ کوئی مجھے جانتا تک نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی میرے پاس آتا تھا۔ اسوقت خدا تعالےٰ نے مجھے الہام کیا کہ یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق۔ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئینگے۔ اور تیرے پاس دور دور سے چیزیں آئینگی۔ اور اس قدر لوگ آئینگے۔ کہ ان کی آمد و رفت سے راستوں میں گڑھے پڑ جائینگے۔ یہ الہام اس وقت چھاپ کر شائع کر دیئے گئے۔ اور اس وقت کتابوں میں موجود ہیں۔ اب تم امریکہ سے میرے ملنے کے لئے آئے ہو۔ کیا یہ میری صداقت کی دلیل نہیں ہے۔ یہ سُنکر وہ خاموش ہو گیا ؛

یُوں تو دعویٰ کرنے والے کئی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہاں بھی حضرت مسیح موعود کو دیکھ کر ایک شخص نے دعوےٰ کیا تھا۔ لیکن اس کو کسی نے پوچھا تک نہیں اور نہ ہی کوئی اس کے دعوے کو سُنکر اس کے پاس آیا بلکہ جب ایک انسپکٹر نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا دعویٰ ہے۔ تو اس نے ڈر کی وجہ سے صاف انکار کر دیا کہ میرا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ پس حضرت مسیح موعود کو جو کامیابی اور ناموری حاصل ہوئی۔ وہ کسی فریب اور بناوٹ کی وجہ سے نہ تھی۔ اگرچہ جھوٹے دعویٰ کرنے والوں میں سے بھی بعض کا نام مشہور ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کے دعوے میں یہ کشش نہیں ہوتی کہ لوگوں کو کھینچ لائے۔ یہ کشش سچا دعویٰ کرنیوالے میں ہی ہوتی ہے ؛

تو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ اس قدر

نشان

دکھلائے ہیں کہ انکو کروڑوں کہو تو بھی تھوڑے ہیں۔ یہاں بننے والے ہر ایک مکان کی اینٹ اور بھرتی کا ایک ایک روڑا آپکی صداقت کا نشان ہے۔ کیونکہ آپ کی کشش کے علاوہ اور کیا چیز تھی جس نے بہتوں کو اپنے گھر بار چھوڑ کر یہاں رہنے پر مجبور کر دیا۔ اور انہیں سے کئی ایک نے اپنے ہزاروں روپے کے مکانوں کو کوڑیوں کے مول بیچکر یہاں مکان بنانا بہتر سمجھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول جب یہاں آئے تو پیچھے عظیم الشان مکان بنوا رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ یہیں رہیں اسکے بعد انہوں نے وطن جانے کا کبھی خیال تک نہ کیا ؛

تو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے خدا تعالیٰ نے اسقدر نشان دکھلائے ہیں۔ کہ جن کو اگر کوئی گننا چاہے۔ تو ہرگز نہیں گن سکتا مگر پھر بھی وہ خزانہ ختم نہیں ہوا۔ بلکہ بار بار ظاہر ہو کر ہمیں بتاتا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہو۔

ابھی خدا تعالےٰ نے

ایک تازہ نشان

دکھلایا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ انبیاء کے کلام بھی کیسے عظیم الشان نشان ہوتے ہیں۔ اور انکی باتیں خواہ وہ الہام بھی نہ ہوں تو بھی جو انکی زبان اور قلم پر جاری ہو جاتی ہیں وہ خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے ؛

حضرت مسیح موعود نے ایک نظم لکھی تھی اسمیں نہایت دردناک طریق سے موجودہ جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ:۔

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس

زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار

زار رُوس کا بادشاہ تھا۔ اسکے متعلق آپ نے بتایا تھا کہ وہ ایک سخت مُصیبت میں مبتلا ہو گا۔ یہ پیشگوئی جس وقت کیگئی۔ اسی وقت اس شعر پر کہ:۔

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے

کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھدیا تھا کہ:۔

"خدا تعالےٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہو گا۔ جو نمونہ قیامت کا ہو گا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اسکو کہنا چاہیئے۔ جس کی طرف سورہ اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو۔ جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے۔ جسکی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں میں کاذب ٹھہرونگا۔"

اس عبارت میں صاف طور پر آپنے بتلایا ہے کہ یہ وحی کے ماتحت پیشگوئی ہے۔ اگرچہ آپنے وہ وحی نہیں بتلائی لیکن اس کی تفصیل ان اشعار میں نہایت واضح طور پر کردی تھی۔ جو حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ ان شعروں میں ایک شعر یہ ہے:- ؎

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کردیگی انہیں مثل درختان چنار

یعنی جن کی رات کو چنبیلی کے پھولوں کی طرح سفید پوشاک ہوگی صبح ان کا یہ حال ہوگا۔ کہ جس طرح چنار کے پتے کا رنگ سرخ ہوتا ہے اسی طرح خون سے انکے کپڑوں کا رنگ سرخ ہوجائے گا۔

اب اگر یہ ایک شاعرانہ تشبیہ ہی ہوتی اور لڑائی میں ایسا ہو بھی جاتا۔ تو بھی ان لوگوں کو جنکی نسبت یہ پیشگوئی تھی یہ بتانا مشکل ہوتا۔ کہ چنار کے درخت کے پتوں کی طرح تمہارے لباس خون سے سرخ ہوگئے ہیں۔ کیونکہ جن لوگوں نے چنار کے درخت کو دیکھا نہ ہوتا اور جو جانتے ہی نہ ہوتے کہ چنار کے پتوں کا کیا رنگ ہوتا ہے۔ وہ اس تشبیہ کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے۔ اور انکے خیال میں زیادہ سے زیادہ یہ بات آسکتی۔ کہ جس طرح دوسرے بعض درختوں کے پتوں میں کچھ سرخی پائی جاتی ہے اسی طرح چنار کے پتوں میں بھی سرخی ہوگی۔ مگر

حقیقت یہ ہے

کہ چنار کے پتہ پر ایسی سرخی ہوتی ہے جیسی کہ گاڑھے جمے ہوئے خون کی رنگت۔ اور ہو بہو خون ہی معلوم ہوتا ہے۔ اب دیکھئے فرانس میں جہاں لڑائی کا سب سے زیادہ زور شور رہا ہے اور اب بھی ہے۔ وہاں میدان جنگ میں چنار کے درخت دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ ہمارے ایک دوست نے لکھا تھا۔ کہ میں جنگی خدمت ادا کرنے کے لئے میدان جنگ میں کھڑا ہوں۔ گولے برس رہے ہیں۔ اور میں چنار کے درخت کے نیچے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر پڑھتا ہوا کہ ؎

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کردیگی انہیں مثل درختان چنار

زخمیوں کے زخموں کو دھو کر مرہم پٹی کر رہا ہوں۔ اس دوست نے چنار کا ایک پتہ بھی بھیجا تھا۔ جسکے ایک طرف کا رنگ ہو بہو خون کی طرح تھا اور دوسری طرف کا کچھ زردی مائل۔

پس یہ کوئی شاعرانہ بات نہ رہی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے فعل نے بتا دیا۔ کہ واقعہ میں اس مقام پر چنار کے پتے تھے۔ اور انہیں کے رنگ کی پوشاکیں ہو رہی تھیں۔ اگر جنگ کسی ایسے ملک میں ہوتی جہاں چنار کے پتے خون سے سرخ ہونیوالے کپڑوں کی طرف اشارہ نہ کرتے۔ تو کوئی کہ سکتا تھا کہ یہ شاعرانہ طور پر کہا گیا ہے مگر ان درختوں کا وہاں موجود ہونا اور پھر انکے نیچے انسانوں کا خون سے لت پت ہونا۔ بتاتا ہے کہ یہ شاعرانہ بات نہ تھی۔ بلکہ اصل حقیقت بیان کی گئی تھی۔

غرض اس پیشگوئی کی جو تفصیل حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ ایسی کھلی کھلی اور صاف طور پر پوری ہوئی ہے۔ کہ بے اختیار منہ سے الحمد للہ رب العٰلمین نکل جاتا ہے۔

لیکن پیشگوئی کی تفصیل میں

ایک بات

ایسی بھی تھی۔ جو ابھی تک باقی تھی۔ اور جس کے متعلق بارہا گفتگو ہوئی۔ کہ کس طرح پوری ہوگی۔ کئی لوگوں نے کہا۔ کہ ان اشعار میں جو پیشگوئی کی گئی ہے۔ وہ واقعہ میں موجودہ جنگ کے متعلق ہے۔ لیکن اس کو عام طور پر کس طرح شائع کریں۔ جبکہ اس میں لکھا ہے کہ ع

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

کیونکہ زار ہماری گورنمنٹ کا حلیف ہے۔ اور سیاست چاہتی ہے۔ کہ ہم اپنی گورنمنٹ کے حلیف کے متعلق کوئی ایسی بات نہ شائع کریں جس سے اس پر زد پڑتی ہو۔ پھر کیا کیا جائے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے ممکن تھا۔ کہ یہ پیشگوئی دبی ہی رہتی۔ مگر خدا تعالیٰ چاہتا تھا۔ کہ اس کا

اعلان

کرائے۔ اور دنیا کو پورا کرکے دکھادے۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اسکا اعلان نہ کرانا چاہتا۔ تو پھر حضرت مسیح موعودؑ بھی اسکو شائع نہ کرتے۔ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے ایسے الہامات معلوم ہیں۔ جنکے متعلق آپکو بتایا گیا۔ کہ انکو ظاہر نہ کیا جائے۔ ایسے الہامات اسوقت کی مصلحت کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور صرف نبی کو کسی خاص غرض کے لیئے بتائے جاتے ہیں۔ مگر اس پیشگوئی کے متعلق حیرت ہوتی تھی۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسکو شائع کیا ہے۔ اور بڑے زور کے ساتھ شائع کیا ہے۔ مگر اب جبکہ اسکے باقی حصے پورے ہو رہے ہیں ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں۔ کہ ہم اسکی اشاعت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ زار روس گورنمنٹ برطانیہ کا حلیف ہے۔ اور گو ہم کسی واقعہ پر اسلیئے خوشی نہ کرتے۔ کہ زار روس کو نقصان پہنچا ہے بلکہ اسلیئے خوشی کرتے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ جیسا کہ جب مبارک احمد فوت ہوا تو حضرت مسیح موعودؑ نے خوشی کا اظہار کیا۔ مگر یہ خوشی لڑکے کے مرنے کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ اسلیئے تھی۔ کہ اس طرح ایک پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ اسی طرح ہم اگر سلطنت روس کے متعلق خوشی کرتے اور گو افسوس بھی ہوتا۔ تاہم ہماری وہ خوشی پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہوتی۔ اور ہماری نیت نیک ہوتی۔ مگر اس کا لوگوں پر ظاہر میں یہی نتیجہ نکالنے پر مجبور کرتا تھا۔ کہ گویا ہم سلطنت روس کے مصائب اور مشکلات پر خوش ہوئے ہیں۔ اور ایسا کرنا اپنی گورنمنٹ کے خلاف کرنا تھا۔ اس سے ہم حیران تھے۔ کہ اگر یہی حالت رہی۔ تو ہوگا کیا۔ ہمارے خیال میں یہی تھا کہ سلطنت روس کو اس شعر کے مطابق کوئی نقصان پہنچے گا۔ اور اس کو ہم اچھی طرح ظاہر نہ کرسکیں گے۔ لیکن

اللہ تعالیٰ کی منشاء

کچھ اور تھی۔ جو ہمارے خیال میں نہیں آتی تھی۔ اور اب بالکل صاف اور واضح طور پر ظاہر ہوگئی ہے۔ سو وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ع

روس بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

بلکہ یہ فرمایا ہے کہ ع

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ روس کی ساری سلطنت کو چھوڑ کر جو صرف زار کا نام لیا گیا ہے۔ اور اسکی حالت

زار بتائی گئی ہے تو اس پیشگوئی کا تعلق زار کی ذات خاص سے تھا۔ گویا اس ساری پیشگوئی میں جس کا نقشہ ان اشعار میں کھینچا گیا ہے۔

ایک اور پیشگوئی

زار کے متعلق تھی جسکے متعلق بتا دیا۔ کہ وہ بھی اسوقت پوری ہوگی۔ جبکہ یہ جنگ شروع ہوگی۔ جس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور خبریں آگئی ہیں کہ جب لوگوں نے دیکھا۔ کہ زار اور اسکے وزرا جنگ میں پوری کوشش اور سعی نہیں کرتے۔ تو انہوں نے مطالبہ کیا۔ کہ انکو ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ اب زار کو معزول کر دیا گیا ہے۔ اور پارلیمنٹ قائم ہوگئی ہے اور ہماری گورنمنٹ نے بھی نئی جمہوریت کو تسلیم کر لیا ہے۔ گویا وہ مصیبت جس کا ذکر پیشگوئی میں ہے۔ وہ زار پر ہی پڑی اب ہم اسکو جس قدر بھی شائع کرنا چاہیں کر سکتے ہیں اور اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ اب تو ہماری گورنمنٹ نے خود اس خبر کو شائع کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ موجودہ روسی گورنمنٹ جنگ میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ جوش سے کام لے گی۔ اس طرح ہمارے لئے دوہری خوشی ہے۔ ایک تو یہ کہ روسی سلطنت ہماری گورنمنٹ کی مدد اور تائید پہلے کی نسبت بہت زیادہ کریگی۔ اور دوسرے یہ ہے۔ کہ یہ پیشگوئی ایسے صاف اور واضح طور پر پوری ہوئی ہے۔ کہ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

ابھی کچھ دن ہوئے۔ میں گورداسپور گیا۔ تو اسی پیشگوئی پر گفتگو کرتے ہوئے ایک وکیل صاحب نے کہا۔ کہ کیا ہوا اگر زار کو معزول کر دیا گیا ہے۔ اسوقت تک بیسیوں زار معزول ہو چکے ہیں۔ اب کوئی اور زار بنایا جائیگا۔ جس طرح ایران میں باپ کو ہٹا کر بیٹے کو اور ترکوں نے ایک بھائی کو ہٹا کر دوسرے کو بادشاہ بنایا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ اسلئے یہ پیشگوئی تو پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ دوسرا زار بن گیا۔ اور اس کا حال زار نہ ہوا۔

اگرچہ یہ غلط ہے۔ کہ اسوقت تک بیسیوں زار معزول کیئے گئے۔ لیکن ہم مان لیتے ہیں۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ مگر اس سے تو موجودہ زار کے معزول ہونے کی پیشگوئی کی اور زیادہ شان ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ آجتک کی جو خبریں آئی ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اب آیندہ کوئی زار نہ بنایا جائے گا۔ بلکہ پارلیمنٹ ہوگی۔ گویا زار کا ایسا حال زار ہوا۔ کہ آیندہ کوئی زار ہی نہ ہوگا۔

پس خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ عظیم الشان پیشگوئی پوری کرکے دکھائی ہے۔ اسپر ہم جسقدر اسکی حمد کریں تھوڑی ہے۔ اور جس قدر اس کا شکر بجا لائیں کم ہے۔

اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے ہماری

ترقی کا راستہ

روس میں بھی کھل گیا ہے۔ اور اب میرا ارادہ ہے۔ کہ روسی زبان میں اشتہار شائع کراؤں۔ تاکہ روس کے لوگوں کو بتایا جائے۔ کہ یہ جو کچھ تم نے کیا ہے۔ خدا کی منشاء کے ماتحت کیا ہے۔ اور اس کی خبر خدا نے اپنے ایک برگزیدہ انسان کے ذریعہ پہلے سے ہی دے رکھی تھی۔

یہ خدا تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا فضل ہوا ہے ہم کہاں اس کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔ مگر اس نے بتایا ہے۔ کہ الحمد للّٰہ رب العلمین کہو۔ پس ہم یہی کہتے ہیں۔ ہمارے پاس دنیا کا مقابلہ کرنیکے لیئے کیا ہے۔ نہ مال ہے نہ دولت ہے نہ اسباب ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ ہماری مدد اور تائید کیلیئے اسباب پیدا کر رہا ہے۔ اور ایسے زبردست اسباب پیدا کر رہا ہے۔ کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسلیئے ہر وقت ہمیں اسکی حمد کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس حمد کے پوری طرح ادا کرنے کی توفیق دے۔ جو اس کے انعامات کے مقابلہ میں اسپر واجب ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ کے نمبر کا حوالہ ضرور تحریر فرمایا کریں۔ کیونکہ بغیر نمبر کے نام کی تلاش میں وقت واقع ہوتی ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف

دردِ دل

(از جناب مولوی محمد نواب خان صاحب ثاقب میرزا خانی - مالیر کوٹلوی)

اپنا دیوانہ بنا لے اے مرے مولا مجھے
آنکھیں جلدی دکھا دی چہرۂ زیبا مجھے

ماسوا کی حسن و خوبی دلمیں گھر کرتی نہیں
دل سے بھاتا ہے تری خوبی کا بس نقشہ مجھے

تیری خوبی تیری یکتائی ترے رنگیں صفات
محوِ الفت کر گیا مولا ترا کیا کیا مجھے

کھو چکا ہوں میں تری الفت میں سب عقل و شعور
میں بہت خوش ہوں بنا لے اپنا دیوانہ مجھے

تو ہی تو ہے تجھ سوا ہے کون پیارا دلربا
ہیچ آتی ہے نظر دنیا و ما فیہا مجھے

تو نے دے رکھی ہے مجھکو دولت ایمان دیں
کیوں ہی باقی بھلا دل میں کوئی شکوہ مجھے

تیرے ملنے کے سوا دلمیں کوئی حسرت نہیں
کیوں ستائے دل کو حسرت کا کوئی کانٹا مجھے

تو نے خود مجھکو بڑھایا تو نے دی اولاد نیک
تو نے گھر میرا بسا یا دیکے اک کنبہ مجھے

تو ہی انکا ہے سہارا تو ہی انکا ہے کفیل
مجھکو کیا غم ہے جو تجھ سا مل گیا آقا مجھے

کتنے دنیا میں بنے پھرتے ہیں آقائے جہاں
ڈال ان جھوٹے خداؤں سے نہ تو پالا مجھے

تیرے در پر جھک چکا اب تو سرِ عجز و نیاز
اب تری مرضی وہ ہے جو ہے تیرا ارادہ مجھے

میرے مولا میرے مالک ہے اک سچا خدا
لاج ہے تجھکو خدائی کی نہ کر جھوٹا مجھے

میرے سارے کام میرے گھر کے سارے انتظام
پورے کرکے کر دے بےفکرے شہ والا مجھے

تیرا ہو کر ہاتھ پھیلاؤں کسی کے سامنے
در بہ بیگانے کے بھیجے کر کے تو اپنا مجھے

دردِ دل کہنے کو آج آیا ہوں میں تیرے حضور
بندہ پرور اپنے بندوں کا نہ کر بندہ مجھے

ہاں ترے بندے کہ جن پر ہیں ترے انعام خاص
ان بزرگوں کا دکھا دے راستہ سیدھا مجھے

راستہ انکا نہیں جن پر ترا ٹوٹا غضب
بغض بیجا جن میں تھا انسے بچا مولا مجھے

راستہ انکا نہیں جو حُبِّ بیجا میں پھنسے
ایسے گمراہوں کی رہ میں ہے بڑا کھٹکا مجھے

ثاقب گمنام ہوں اک ذرۂ ناچیز ہوں
کردے ذرہ سے تو خورشید جہاں آرا مجھے

اللہ حافظ

(از طرف جناب مفتی محمد صادق صاحب)

آج یہ عاجز جہاز پر سوار ہوتا ہے۔ اور جہاز میں سوار ہونے سے قبل یہ میرا آخری خط ہے جو میں احباب اور اقرباء بزرگوں اور پیاروں کے نام اخبار کے ذریعہ ارسال کرتا ہوں میرا دل اللہ تعالیٰ کے شکر سے بھرا ہوا ہے۔ اور میری آنکھیں اِس شکریہ میں تر ہیں۔ کہ حضرت مجددی اولوالعزمیوں کے طفیل اس نابکار نے یہ توفیق پائی۔ کہ محض دین اسلام کی خدمت کے لیئے اس خوفناک اور پُرخطر سفر کو خوشی کے ساتھ قبول کرو۔ میرے پیارو۔ میں نے اپنی طرف سے موت کی طیاری کی ہے۔ اگر میں الٰہی رضامندی کی راہ میں قربان ہو جاؤں۔ تو میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ میں اِس دنیا میں رہنے کیواسطے حریص نہیں ہوں۔ اور نہ میری کوئی خواہش باقی ہے۔ اور اگر اللہ پاک مجھے اپنی رضامندی کے کسی کام کے سرانجام دینے کے واسطے زندہ رکھے۔ تو میری عرض اُسکے حضور میں یہی ہے کہ وہ مجھے اپنے رحم اور کرم اور غریب نوازی سے اُس کام کے بخیر و خوبی سرانجام دینے کی توفیق دیوے۔ وما توفیقی اِلّا باللہ العلی العظیم۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میرے محبّین کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ میں اپنے پیاروں کا مشکور ہوں۔ اور ممنونِ احسان ہوں۔ کہ انہوں نے مجھ ناکارہ سے محبت کی۔ میں انکی محبتوں اور خدمتوں کا کوئی شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے سب پیاروں اور پیار کرنیوالوں کو جزائے خیر دے۔ میرا خدائے پاک اُن سب کے دلوں کو پاک کرے۔ خدائے قدوس اُن کا محبوب ہو۔ اور وہ خدائے قدوس کے محبوب ہوں۔ میرے پیارو۔ میں تمہیں اپنے پیارے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ قادر خدا تمہیں ہر دُکھ سے بچائے اور تمہیں ہر شر سے محفوظ رکھے اور تمہیں ہر سعادت سے وافر حصّہ دے۔ اور ہر خیر سے بہرہ ور کرے۔ دنیا میں تم صاحبِ دولت و ثروت و اقبال بنو۔ اور آخرت میں اللہ پاک کے مقربین میں تمہاری کرسی ہو۔ اے میرے معبود۔ اے میرے ربّ۔ اے میرے کریم۔ اے میرے حلیم۔ اے میرے رحیم۔ اے میرے غفار۔ اے میرے ستار۔ تُو صادق کی دعا قبول کر۔ سارا ہندوستان گلگت سے سیلون تک اور افغانستان سے برہما تک۔ میری نظر کے سامنے ہے اور میں اپنے عزیزوں کو دیکھ رہا ہوں۔ بلکہ ہند سے باہر افریقہ۔ امریکہ۔ یوروپ۔ آسٹریلیا۔ اور چین بھی اُن سے خالی نہیں۔ میں انکو گن نہیں سکتا۔ پر کوئی گنتی ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم پاک سے باہر ہو۔ میرے پیارو۔ میری وصیت تمہارے واسطے یہی ہے۔ کہ خدا بڑی دولت ہے۔ اُسکو پانے کے واسطے ہر راہ سے دوڑو۔ وہ ڈھونڈنے والوں کو ملتا ہے۔ اور مانگنے والوں کو دیتا ہے۔ اور پکارنیوالوں کی سنتا ہے۔ صبر سے مانگے جاؤ۔ ضرور ایک دن ملے گا۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ میں نے خود آزمایا ہے۔ ہزارہا مقدس لوگوں نے ایسا فرمایا۔ اور میں نے انکے فرمان کو سچ کر پایا۔ دنیا میں محمد اللہ کا سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اُسپر ہمیشہ صلوٰۃ اور سلام بھیجو۔ اپنے دل سے۔ اپنی زبان سے اور دیگر دلوں سے۔ احمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور حقیقی بروز ہے۔ علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اِس زمانہ میں دنیا کی نجات کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ جو اللہ نے قائم کیا ہے۔ محمود کا وجودِ باجود ایک بڑی نعمت ہے اُسکی قدر کرو۔ اُسکی قدر کرو۔ اُسکی اطاعت میں اللہ کی رضامندی ہے۔ اُسکی محبت میں مسیح موعودؑ کی روح خوشنود ہے۔ اُسکی تعظیم میں سنّتِ نورالدین کی پیروی ہے۔

مجھے دکھایا گیا ہے۔ کہ میں بخیریت اور آرام کے ساتھ لنڈن پہنچ گیا ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات غنی ہے۔ احباب کرام اپنی دعاؤں سے میری امداد کرتے رہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں مجھے دکھایا گیا تھا۔ کہ میں ہمراہی حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ لنڈن بھیجا گیا ہوں۔ اور ہم بخیریت وہاں پہنچے اور ایک بالاخانہ میں مقیم ہوئے ہیں۔ سو وہ بات انشاءاللہ اب پوری ہو رہی ہے۔

میں اپنی بیوی سے بہت خوش ہوں۔ اُس نے میری بڑی خدمتیں کیں۔ جنکا حق میں ادا نہیں کر سکا۔ اللہ اُسکو جزائے خیر دے۔ میرے پیارے بچے ہنوز تعلیم پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم اور تربیت کے سامان کر کر دارالامان کی رہائش مجھے بہت پیاری ہے۔ میری اولاد بغیر دینی ضرورتوں کے وہاں سے باہر نہ جاوے۔ اور میرے دوست جو باہر ہیں وہ سب قادیان میں سکونت پذیر ہونے کی کوشش کریں۔ مدرسہ احمدیہ۔ اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے بچے مجھے بہت پیارے ہیں۔ میں انکے واسطے دعائیں کرتا ہوں۔ قادیان کے سب مہاجر میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر بلا سے انکو دور رکھے۔ اہل بیتِ مسیح موعودؑ شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ انکی سچی محبت اور دلی خیرخواہی میرا ایمان ہے۔ اللہ حافظ

۲۲ مارچ سنہ ۱۹۱۷ء

فہرست نومبایعین

از ۱۳ - مارچ تا ۱۹ - مارچ سنہ ۱۹۱۷ء

حسن محمد صاحب حسن پور
عطا محمد صاحب ضلع جالندھر
خدا بخش صاحب ضلع جہلم
میاں پیر بخش صاحب ضلع امرتسر
میاں برکت علی صاحب ضلع امرتسر
محمد صاحب ضلع گوجرانوالہ
حسین بخش صاحب سیالکوٹ
اہلیہ مستری محمد الدین صاحب سیالکوٹ
منشی عبد الغنی صاحب سیالکوٹ
غلام احمد ڈار صاحب کشمیر
چودھری [illegible] صاحب افریقہ
عبداللہ صاحب ضلع گوجرانوالہ
ولی محمد صاحب گوجرانوالہ
حکیم شیخ ابراہیم صاحب رتنا گری

عبد العزیز صاحب علاقہ کشمیر
وجیہ حسین صاحب بمبئی
عبداللہ صاحب یاسنت پٹیالہ
میاں نذیر احمد صاحب ضلع جالندھر
الہ دین صاحب ضلع گوجرانوالہ
محمد علی صاحب ضلع گوجرانوالہ
اہلیہ محمد علی صاحب سیالکوٹ
میاں سوندھی ڈسکہ
فتح دین صاحب ضلع گجرات
نصر الدین صاحب ضلع گورداسپور
اہلیہ صاحبہ محمد صدیق صاحب بنوں
مسماۃ رحمت بی بی ضلع گوجرانوالہ
محمد علی صاحب ״
حمید خان صاحب ضلع ملتان

محمد حسین صاحب افریقہ
محمد بخش صاحب ضلع لائل پور
نظام دین صاحب ″
مسماۃ حاکم بی بی ضلع سیالکوٹ
عبد الحمید صاحب ″
زینب صاحبہ ″
مسماۃ امام بی بی ″
سردار بی بی اہلیہ عبد البخش صاحب ″
نواب دین صاحب ″
مسماۃ عائشہ ″
پیر محمد صاحب ضلع گجرات
ہمشیرہ پیر محمد صاحب ″
مولاداد صاحب ″
اہلیہ مولاداد صاحب ″
فرزند مولاداد صاحب ″
نذیر محمد صاحب ابرڈین
حاکم بی بی صاحبہ ضلع سیالکوٹ
ریشم بی بی صاحبہ ″
نواب بی بی صاحبہ ″
عمر بی بی صاحبہ ″
محمد حیات صاحب ″
عائشہ بی بی صاحبہ ″
کرم داد صاحب ضلع گجرات
دین محمد صاحب ضلع گورداسپور
اکبر علی صاحب ″
سردار محمد صاحب ″
منشی محمد اسمٰعیل صاحب ریاست پٹیالہ
عطاء اللہ صاحب امرتسر
سیدہ بیگم صاحبہ ضلع سیالکوٹ
قطب الدین صاحب ضلع شیخوپورہ
بھاوج صاحب قطب الدین ″
فتح بیگم صاحبہ ضلع راولپنڈی
دیوان بیگم صاحبہ ″

غلام محمد صاحب
جیون بخش صاحب
اسمٰعیل صاحب
عبد الحکیم صاحب ضلع سیالکوٹ
عبد المجید صاحب ″
نور فاطمہ صاحبہ ″
مسماۃ سردار بی بی اہلیہ سردار خان صاحب ″
مسماۃ بھاگن ″
مسماۃ عمراں ″
دو ہمشیرگان محمد حسین خان صاحب بھاگو گجر
فتح محمد صاحب ضلع گجرات
محمد الدین صاحب ضلع سیالکوٹ
منشی رحمت اللہ صاحب ضلع گورداسپور
مسماۃ حلیمہ بی بی صاحبہ مچھلی بندر
مسماۃ رقیہ صاحبہ ″
عبد الحی صاحب ″
عبد الولی صاحب ″
حاکم بی بی زوجہ دیوان صاحب ضلع سیالکوٹ
فضل بی بی صاحبہ ″
محمد حسین صاحب ″
فاطمہ بی بی صاحبہ ″
عبد القادر صاحب ضلع لائلپور
ساغر خان صاحب ضلع جہلم
مولوی محمد حیات صاحب برہما
سلطان محمد صاحب ضلع جہلم
اللہ دتا صاحب ″
قائم دین صاحب ″
مسماۃ سردار بیگم صاحبہ ضلع سیالکوٹ
امیر بی بی صاحبہ ″
نظام الدین صاحب ″
محمد دین صاحب ″
حسن علی صاحب ″
حسین علی صاحب ″

(بقیہ صفحہ ۳)

مہاشہ جی۔ مولوی صاحب آپ بار بار وہی سوال کرتے ہیں۔ جس کے جواب میں پہلے آپ کو ایسی تعریف بتادی تھی۔ کہ یہاں وہ پائیں اس میں جیو مان لیں۔ ورنہ میرے پوچھے مان لیں۔ مجھ سے کہلانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسوقت تک آپ پہلے ہی اعتراض پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں اس کا دو حرفی جواب دو۔ کہ نباتات جو حیوانات کے دوسرے درجہ پر ہے۔ اسمیں روح ہے یا نہیں۔ مگر میں یہ بات اسکو بتانے کیلئے تیار ہوں۔ جو پہلے یہ مان لے کہ انسان کی روح حیوانوں میں جاسکتی ہے۔ آپ یہ مان لیں۔ اور پھر اپنے سوال کا جواب مجھ سے پوچھیں۔

جناب میر صاحب نے اپنے پہلے سوال کو پھر پیش کرکے مہاشہ جی کو جواب دینے پر مجبور کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ جس طرح ایک انٹرنس پاس لڑکے کو ایم۔ اے کا کورس نہیں بتایا جاسکتا۔ بلکہ ایف۔ اے کا بتایا جاتا ہے اسی طرح جب تک آپ حیوانات میں تناسخ کے رو سے جیو نہ مان لیں۔ اسوقت تک میں نباتات کے متعلق کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اسپر جناب میر صاحب نے کہا کہ مہاشہ جی آپ نے اس مثال کے رو سے یہ تو مان لیا ہے کہ نباتات میں روح ہے۔ البتہ ساتھ یہ فرمادیا ہے۔ کہ تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ اچھا آپ نہ بتائیں میرا مطلب حاصل ہوگیا اب آپ میرے دوسرے سوال کا جواب دیں۔ کہ آپ مدار زندگی کن چیزوں کو قرار دیتے ہیں۔ اس کا جواب دینے کے بعد بس آواگون کا ایک منٹ میں فیصلہ ہو جائیگا۔

اس سوال کا جواب دینے میں بھی مہاشہ جی نے اسی طرح لیت و لعل کی جس طرح پہلے سوال کے جواب میں کی تھی۔ اور سارا وقت اسی جھگڑے میں ختم کردیا۔ اسکے بعد قرار پایا کہ کسی دوسرے وقت اسی مسئلہ پر گفتگو ہو۔ چنانچہ اسی دن رات کو ½ ۸ سے ساڑھے دس بجے تک دو گھنٹہ وقت مقرر ہوا۔ جسکی کارروائی انشاء اللہ آئندہ درج کیجائیگی۔

باہمت احباب توجہ فرماویں

یہ اخبار دوسرے لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے معمول سے کچھ زیادہ چھپوادیا گیا ہے۔ احباب جسقدر پرچے منگوا کر تقسیم کرنا چاہیں۔ مندرجہ ذیل شرح پر دفتر سے منگوالیں:-

ایک روپیہ کے ۲۷ پرچے
آٹھ آنہ کے ۱۳ پرچے
چار آنہ کے ۶ پرچے
تین پیسہ کا ۱ پرچہ

مینجر الفضل

سامان ورزش کے لئے احمدیوں کا اپنا کارخانہ

احمدی شائقین کیلئے یہ مخفی نہیں اس اشتہار کے ذریعہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارا کارخانہ ہر قسم کے سامان ورزش از قسم کرکٹ۔ ہاکی فٹ بال۔ ٹینس۔ بیڈمنٹن اور جمناسٹک وغیرہ عرصہ سولہ سال سے ہندوستان اور بیرون از ہند بہم پہنچا رہا ہے لیکن ہنوز احمدی قوم نے زمانہ حال کی روش کے مطابق قومی مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کارخانہ کی طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ لہٰذا جو احباب سکولوں میں ملازم ہیں یا کسی اور جگہ سپورٹس کے سامان کی ضرورت ہو دخل رکھتے ہوں انکی خصوصاً و دیگر شائقین کی عموماً توجہ درکار ہے قومی مرکز قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مولانا مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے ہمارے کارخانہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

"جناب من میں یہ بات بلا تامل کہتا ہوں کہ میں آپکے کارخانہ سے ہر طرح سے خوش ہوں آپ سامان کرکٹ و فٹ بال کے متعلق فرمائشوں کی تعمیل نہایت مستعدی کرتے رہے ہیں جو سامان ورزش مجھکو بناکر بھیجتے رہے ہیں بلحاظ قیمت و خوبی ساخت مقابلۃً نہایت ہی اطمینان بخش ثابت ہوتا رہا ہے۔"

آپ کا صادق محمد الدین ہیڈ ماسٹر

مکمل فہرست حسب فرمائش مفت بھیجی جائے گی۔

پتہ۔ معرفت
نظام سیالکوٹ شہر